تقسیمِ ہنداور مرزائی

جناب سلیم الحق صدیقی صاحب

تقسیمِ ہند کے وقت مسلم لیگ کے "قابلِ فخر" مرزائی وکیل سرظفر اللہ نے گورداسپور کے مسلم اکثریتی ضلع کی تحصیل پٹھان کوٹ طشتری میں سجا کر ہندوستان کو پیش کردی اور ساتھ ہی راوی کے پانی اور بھارتی افواج کے لئے کشمیر میں داخلہ کا راستہ بھی خودبخود انڈیا کو منتقل ہوگیا۔ پاکستان کو مرزائیوں کے ہاتھوں کتنے نقصانات پہنچے اس کی تفصیل ناقابلِ تردید شواہد کے ساتھ پڑھیئے .... "ادارہ"

۱۸۴۴ء میں سید علی محمد باب نے مہدیت کا دعویٰ کیا جس کی پاداش میں ایرانی حکومت نے اُسے سُولی پر لٹکا دیا۔ اپنی موت سے پہلے سید علی محمد باب بہاء اللہ کو اپنا وصی اور جانشین مقرر کرگیا۔ یہ وہی بہاء اللہ ہے جس نے بہائی مذہب کی باقاعدہ بنیاد رکھی۔ اور اپنے آپ کو مسیح موعود قرار دیا۔ آج تمام بہائی مذہب کے پیروکار سید علی محمد باب کو مہدی آخر الزمان مانتے ہیں۔ اور بہاء اللہ کو مسیح موعود اور نبی کہتے ہیں۔ اس مذہب کا مرکز حیفہ اسرائیل میں واقع ہے۔ جہاں پر برطانوی دورِ حکومت میں اس نئے مذہب کو مکمل تحفظ دیا گیا۔ بہاء اللہ نے ۱۸۶۳ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور ۱۸۹۲ء میں اپنی موت تک ہندوستان میں بھی اپنے نئے مذہب کا تبلیغی لٹریچر ارسال کرتا رہا اور بہائی مذہب کی نشر و اشاعت پر بے دریغ روپیہ صرف کیا۔

غالب خیال یہی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود۔ مہدی اور نبی بننے کا وسوسہ بہائی لٹریچر پڑھنے کے بعد پیدا ہوا۔ سید علی محمد باب کی عبرت ناک موت اس کے دل میں کوئی خوف پیدا نہ کرسکی۔ کیونکہ اس کو برطانوی حکومت سے اپنے تحفظ اور مدد کا پورا یقین تھا۔ ایرانی مسیح موعود بہاء اللہ کی کامیابیاں دیکھ دیکھ کر ہندوستانی مسیحِ موعود بننے کی تڑپ مرزا کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتی تھی۔ آخر کار

مرزائے قادیان نے مسیح موعود اور مہدیٔ آخر الزمان ہونے کا اعلان کرہی دیا اور اپنے اس نئے مذہب کی بنیاد مسلمانوں کی نفرت اور حقارت پر رکھی۔ اور تمام مسلمانوں کو اسے مسیحِ موعود نہ ماننے کی پاداش میں کافر کنجریوں کے بچے اور جنگلی سؤر قرار دیا۔ (دیکھیے نجم الھدیٰ از مرزائے قادیان)

یہ ہی وہ عوامل تھے جن کی بناء پر قادیانی مذہب اختیار کرنے والے افراد مسلمانوں کے بدترین دشمن بن گئے اور ان کی گھات میں رہنے لگے کہ کہاں موقعہ ملے اور ہم مسلمانوں کو زک پہنچائیں۔ یہاں تک کہ یہ لوگ مسلمانوں کی سیاسی قیادت میں بھی گھس آئے۔ اور مسلمانوں کی سادگی اور بھولے پن سے انہوں نے کافی ناجائز فائدہ بھی اُٹھایا اور برطانوی و ہندو سامراج کے اشارے پر مسلمانوں کا بیڑہ غرق کرنے میں بھی کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی اسلامیانِ ہند کی قیادت میں جو مرزائی پیش پیش رہے ان میں مرتدِ اعظم چودھری سر ظفر اللہ خان قادیانی کا نام سرِ فہرست ہے۔ پنجاب کے مشہور سیاست دان سر فضل حسین کی حمایت اور تائید سے سر ظفر اللہ نے تحریکِ خلافت کے بعد سیاستِ ہند میں ایک مضبوط پوزیشن حاصل کرلی اور یہاں تک کہ یہ شخص ۱۹۳۲ء میں مسلم لیگ کا صدر بھی بنا۔ بہرحال یہ ایک طویل افسوس ناک داستان ہے جس کی اس مضمون میں گنجائش نہیں۔

قصہ مختصر یہ کہ ۳ رجون ۱۹۴۷ء کو وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے آل انڈیا ریڈیو سے تقسیمِ ہند کا اعلان کیا۔ اس اعلان کو آزادیٔ ہند ایکٹ ۱۹۴۷ء یا INDIAN INDEPENDENCE ACT,1947 کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اور برطانوی ہند کو تقسیم کر کے ہندوستان اور پاکستان کی دو مملکتوں کے قیام کا اعلان کیا۔ مسلم لیگ کے اصل مطالبہ پاکستان کو نظرانداز کر کے مسلمانوں کے اکثریتی صوبوں پنجاب اور بنگال کو غیر منصفانہ اور ظالمانہ طور پر تقسیم کر دیا گیا۔ مسلمان جو برطانوی ہند کی آبادی کا ایک چوتھائی حصہ تھے، پاکستان کی صورت میں مسلمانوں کو برطانوی ہند کی آبادی کا صرف آٹھواں حصہ دیا گیا۔ تقسیم کا اصول یہ رکھا گیا کہ مسلم اکثریتی ضلع صوبائی تقسیم کا ایک یونٹ ہو۔ مسلم اکثریتی اضلاع کے علاقہ کو مغربی پنجاب اور مشرقی بنگال کا نام دیا گیا۔ اور غیر مسلم اکثریتی اضلاع کے حصے کو مشرقی پنجاب اور مغربی بنگال کا نام دیا گیا۔ اور ساتھ ہی ایک حد بندی کمیشن قائم کیا گیا جس کا سربراہ سر سیرل ریڈ کلف مقرر ہوا۔ پنجاب باؤنڈری کمیشن میں دو مسلم جج جسٹس دین محمد اور جسٹس محمد منیر کو لیا گیا اور غیر مسلموں کی طرف سے جسٹس تیجا سنگھ اور جسٹس مہر چند مہاجن کا تقرر ہوا۔ مسلمانوں کی بدقسمتی ملاحظہ فرمایئے کہ مسلم لیگ کی طرف سے وکیل چودھری سر ظفر اللہ خان

کو مقرر کیا گیا۔ ایسا شخص جو مسلمانوں کو کافر سمجھتا ہو اور جس کے مذہب کی بنیاد مسلمانوں کی نفرت پر ہو۔ اس سے کسی قسم کے خلوص کی اُمید رکھنا حماقت تھی۔ اس شخص نے پاکستان اور اسلامیانِ ہند کو تاریخ کا ایک عظیم دھوکا دیا۔ جس کی تلافی آئندہ شاید پھر کبھی نہ ہو سکے۔ اس نام نہاد قادیانی وکیل نے پاکستان و اسلامیانِ ہند و کشمیر کو جو زک پہنچائی اس کا ازالہ بھی شاید آئندہ پھر کبھی نہ ہو سکے۔ اس عظیم دھوکے کی شہادت خود ظفر اللہ کی لکھی ہوئی اپنی آپ بیتی "تحدیثِ نعمت" دے رہی ہے۔ لیکن افسوس آج تک اس کی گرفت کرنے کی ہمت کسی شخص کو نہیں ہوئی۔

اس سلسلہ میں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ پاکستان کو آزادیٔ ہند ایکٹ ۱۹۴۷ء کے تحت پنجاب کی پوری آبادی ملتان ڈویژن کے اضلاع۔ راولپنڈی ڈویژن کے پورے اضلاع اور لاہور ڈویژن کے اضلاع ماسوائے ضلع امرتسر کے ملے تھے۔ ضلع امرتسر میں معمولی سی غیر مسلم اکثریت ہونے کی بنا پر اس ضلع کو ہندوستان میں شامل کر دیا گیا۔ لاہور ڈویژن کا ضلع گورداسپور جہاں پر مسلمان غیر مسلموں سے تعداد میں ۲۸.۲ فی صد زیادہ تھے ۳ر جون کے اعلان کے مطابق پاکستان میں شامل تھا، یہ ضلع پاکستان کے لئے زبردست اہمیت کا حامل تھا۔ اوّل تو اس ضلع کی تحصیل پٹھان کوٹ میں دریائے راوی پر مادھوپور ہیڈورکس تھا جہاں سے اپر باری دوآب نہر نکل کر ضلع ملتان تک کے علاقہ کو سیراب کرتی تھی یا دوسرے معنوں میں مادھوپور دریائے راوی کے پانی کی کنجی تھی۔ دوم ریاست جموں اور کشمیر کا آخری راستہ یعنی کٹھوا روڈ (KATHUA — ROAD) مادھوپور ہیڈورکس کے اوپر سے ہو کر گزرتا تھا۔ اس طرح کشمیر کے تمام راستوں پر پاکستان کا قبضہ ہو جاتا تھا اور بھارت کے لئے کشمیر میں داخل ہونے کا اور کوئی راستہ باقی نہیں رہتا تھا۔ سوم دریائے بیاس ضلع گورداسپور کے مشرقی سرحد پر واقع تھا جو دفاعی لحاظ سے پاکستان کی قدرتی اور محفوظ باؤنڈری کا کام دیتا۔ اور ساتھ ہی ساتھ لاہور جیسے اہم اور بڑے شہر کا دفاع بھی بہت بہتر ہو جاتا۔ ان تمام حقائق سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ ضلع گورداسپور بمعہ تحصیل پٹھان کوٹ کے پاکستان کے لئے کتنا اہم اور قیمتی ضلع تھا جس کی بدولت ہمیں ریاست جموں و کشمیر کا پچاسی ...۸۵ ہزار مربع میل علاقہ مل رہا تھا۔ اور ہماری زرعی زمینوں کی آبادکاری کے لئے دریائے راوی کا تمام پانی ہمیں دستیاب ہوتا۔ جو اب سب ہندوستان کی تحویل میں چلا گیا ہے۔ اور یہ پانی چھن جانے سے ہمارے کاشتکاروں کو کروڑہا روپے کا نقصان برداشت کرنا پڑا۔ اب حد بندی کمیشن کے سامنے تقسیم پنجاب کو آخری شکل دینے کے لئے مسلم لیگ کو اپنا

موقف پیش کرنا تھا۔ اس دوران یہ سوال زیرِ بحث آیا کہ تقسیم کے یونٹ کا تعین کس طرح کیا جائے۔ آیا تقسیم کا یونٹ مسلم اکثریتی ضلع کو ہی رکھا جائے۔ یا مسلم اکثریتی کمشنری یا دوآبے کو یونٹ قرار دینے پر زور دینا چاہیئے۔ ضلع کو یونٹ تسلیم کرتے پر ہمیں جو اضلاع آزادیٔ ہند ایکٹ کے تحت عارضی طور پر مل گئے تھے وہی برقرار رہتے۔ اور کمشنری یا دوآبہ کو اگر یونٹ بنایا جاتا تو ہمیں ضلع امرتسر، لاہور کمشنری میں واقع ہونے کی وجہ سے مل جاتا۔ کیونکہ مجموعی طور پر مسلمان لاہور کمشنری میں ایک بہت بڑی اکثریت رکھتے تھے۔ اس طرح دریائے بیاس پاکستان کی قدرتی اور محفوظ سرحد بن جاتا اور ساتھ ہی دوبارہ راوی کا تمام پانی مل جانے سے مغربی پنجاب پانی میں خودکفیل ہو جاتا اور منگلا بند سے ہمیں بے ترتیب نہریں نکالنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

لیکن آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ظفر اللہ نے اپنی مرضی اور مسلم لیگ کے نام سے حد بندی کمیشن کے سامنے تحریری بیان میں ایک خطرناک تجویز پیش کی وہ یہ کہ پنجاب کی تقسیم کا یونٹ ضلع یا کمشنری کی بجائے تحصیل کو قرار دیا جائے اور ساتھ ہی ظفر اللہ نے یہ پخ بھی لگا دی کہ پھر اس میں بھی دوسرے امور کی بنا پر ردوبدل کر دیا جائے یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلم اکثریت کی تحصیلیں پاکستان کو ملیں اور غیر مسلم اکثریت کی تحصیلیں ہندوستان کو ملیں اور پھر اس میں بھی کمیشن دوسرے امور کی بنا پر ردّ و بدل کر سکتا ہے جب یہ میمورنڈم حد بندی کمیشن کے سامنے آیا جو مسلم لیگ کی طرف سے عرضی دعوے کی حیثیت رکھتا تھا تو ہمارے مسلم جج اس کو پڑھ کر حیران اور پریشان ہو گئے (دیکھیئے "مارشل لاء سے مارشل لاء" تک مصنفہ سید نور احمد) اس میمورنڈم میں یہ موقف اختیار کیا گیا تھا اور اس پر بہت زور دیا گیا تھا کہ مسلم اور غیر مسلم علاقے یا مشرقی اور مغربی پنجاب کی اصولی حدود متعین کرنے کے لئے ضلع کو یونٹ قرار دینا غلط ہے اس لئے تحصیل کو یونٹ قرار دینا چاہیئے پھر جو بنیادی تقسیم اس طرح قائم ہو اسے آخری شکل دینے کے لیئے اس میں دوسرے امور کی بنا پر مناسب ردّ و بدل کر دیا جائے۔

ظفر اللہ کے اس طرزِ استدلال سے جو عملی نتائج برآمد ہوئے وہ نہایت ہی خطرناک تھے، تحصیل پٹھان کوٹ جو ایک بہت معمولی اکثریت سے ضلع گورداسپور کی واحد غیر مسلم تحصیل تھی، اس کی بنیادی حیثیت اتفاقِ رائے کے ساتھ طے ہو گئی اور یہ تحصیل بحث اور اختلاف کے دائرے سے

خارج ہو گئی یا دوسرے الفاظ میں مسلم لیگ کے قابلِ فخر مرزائی وکیل نے ضلع گورداسپور کے مسلم اکثریتی ضلع کی تحصیل پٹھان کوٹ کو طشتری میں سجا کر ہندوستان کو پیش کر دی۔ کیونکہ اب حد بندی کمیشن کے سامنے دونوں فریق کا کوئی عذر اس تحصیل کے لیے نہ رہا اور ساتھ ہی راوی کا پانی اور بھارتی افواج کے لیے کشمیر میں داخلے کا راستہ بھی خود بخود انڈیا کو منتقل ہو گیا۔ قادیانی کی بروقت امداد سے ہندو اپنی کامیابی سے پھولے نہ سماتا تھا۔ ظفر اللہ کی اپنی آپ بیتی کی کتاب "تحدیثِ نعمت" میں بھی اس بات کا قوی ثبوت ملتا ہے کہ یہ تحصیل والی سکیم قادیانیوں کے دماغ کی اختراع تھی۔

اب دوسری صورت یہ پیش آئی کہ تحصیل فیروز پور، زیرہ، جالندھر اور نواں شہر کی مسلم اکثریتی تحصیلیں بھارتی مشرقی پنجاب میں جزیروں اور جزیرہ نما کی صورت اختیار کیے ہوئے تھیں اور غیر مسلم اکثریتی اضلاع میں واقع تھیں۔ خاص کر تحصیل نواں شہر اور جالندھر تو بالکل جزیرے بنے ہوئے تھے۔ اب ان کے ساتھ جغرافیائی وحدت نہ ہونے کی وجہ سے پاکستان میں ان کا شمول ممکن نہ تھا اور نہ پاکستان ان کا دفاع کر سکتا تھا۔ اب رہا ضلع گورداسپور کی مسلم اکثریتی تحصیل بٹالہ اور گورداسپور۔ تو ان کی حیثیت بھی ضلع امرتسر اور پٹھان کوٹ نکل جانے سے ایک جزیرہ نما کی ہو گئی تھی۔ اور تین طرف سے ہندوستان میں گھر گئی تھیں۔ اب ظفر اللہ کی پیش کردہ تجاویز پر دوسرے امور کے تحت ردّوبدل کے اختیار کے تحت ریڈکلف کو تسلیم کرنا پڑا کہ ان جزیرہ نما تحصیلوں کا نہری آبپاشی، معاشی اور جغرافیائی طور سے الگ تھلگ ہونے کی بنا پر ان کو پاکستان کا حصہ نہیں بنایا جا سکتا۔ اور تو اور دیگر امور کے تحت ریڈکلف نے ضلع لاہور کی تحصیل قصور کا آدھا علاقہ کاٹ کر ہندوستان کو دے دیا۔ کیوں کہ اس تحصیل کا ایک گاؤں ہری کے (HARIKE) ستلج اور بیاس کے سنگم پر واقع تھا۔ لہٰذا ہندو سنگم پر پاکستان کا قبضہ برداشت نہ کر سکتا تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قادیانیوں کے یہ تباہ کن اور احمقانہ تجویز پیش کرنے میں کیا مقاصد کارفرما تھے اس سلسلہ میں ظفر اللہ نے اپنی کتاب تحدیثِ نعمت کے صفحہ ۵۰۶ پر اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ خلیفۃ المسیح ثانی مرزا بشیر الدین محمود نے مسلم لیگ کا کیس تیار کرنے میں گراں قدر مدد فرمائی۔ اور اپنے خرچے پر دفاعی امور کے ایک ماہر پروفیسر SPATE (سپیٹ) کی خدمات انگلستان سے حاصل کی گئیں، جو ریڈکلف کمیشن کے روبرو نقشہ جات کی مدد سے دفاعی پہلو ظفر اللہ کو سمجھاتا رہا۔ اور

مرزا محمود نے انگلستان سے متعلقہ خاص اور اہم ضروری کتابیں قادیان منگوائیں جن کو ایک موٹر سائیکل سوار سائڈ کار میں رکھ کر لاہور ظفر اللہ کے پاس لایا۔ ان کتابوں میں کیا تحریر تھا۔ اور نقشہ جات کی مدد سے پروفیسر سپیٹ نے کیا مشورے دیئے۔ یہ بتانے سے ظفر اللہ نے گریز کیا ہے۔ البتہ یہ تحریر کیا ہے کہ پروفیسر سپیٹ نے دفاعی پہلو مجھے خوب سمجھایا اور بحث کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانی خود بھی اجلاس میں تشریف فرما رہے۔

اس سلسلہ میں ایک نظریہ یہ ہے کہ قادیانی اپنے مرکز قادیان کو کسی صورت میں بھی پاکستان میں شامل ہونا پسند نہ کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ قادیان ہندوستان میں زیادہ محفوظ رہے گا اور اگر کبھی پاکستان سے انہیں فرار ہونا پڑے تو وہ بھاگ کر اپنے اصل مرکز میں واپس آسکیں۔ جیسا کہ معلوم ہے کہ قادیان میں مرزائی لوگوں کی ایک اچھی خاصی تعداد اب بھی موجود ہے۔ قادیان کیونکہ ضلع گورداسپور میں واقع تھا اور یہ ضلع پاکستان کو عارضی تقسیم میں مل گیا تھا۔ لہذا مرزا محمود سخت پریشان تھا۔ اور حد بندی کمیشن کے روبرو، بحث میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی اور وہاں جا کر گھنٹوں بیٹھے رہنا اس کی بے قراری کو ظاہر کرتا تھا۔ پروفیسر اسپیٹ جو غالباً جغرافیہ کا پروفیسر تھا اس سے نقشے بنوا بنوا کر دیکھنا صرف ایک ایسے حل کی تلاش تھی، جو ضلع گورداسپور کو پاکستان سے نکال دے۔ آخر کار تحصیل والی سوچی سمجھی اسکیم بڑے عیارانہ طور پر تیار کر ہی لی گئی۔ اس سلسلہ میں یقیناً ہندو سے بھی رابطہ قائم کیا گیا ہوگا تاکہ قادیانی اپنا احسان جتا کر قادیان کی حفاظت کا جواز پیدا کر سکیں کہ ہم نے بھارت کو بچاسی ہزار مربع میل رقبہ کی ریاست جموں اور کشمیر کا راستہ دلوایا۔ اگر قادیانی مسلم لیگ کی طرف سے ضلع یا کمشنری کو تقسیم کا یونٹ بنانے کی تجویز کمیشن کے سامنے پیش کرنے۔ تو پھر بھارت کو کشمیر کا راستہ کس طرح ملتا۔ اور قادیان بھی پاکستان میں آجاتا جو یقیناً مرزائیوں کے مفاد کے خلاف تھا۔ مرزائیوں نے دیگر امور کی بنا پر ردّ و بدل کی اجازت دے کر ریڈکلف کے لیے ہر ناجائز کارروائی کا جواز پیدا کر دیا اور ہمارے مسلم اکثریتی علاقے کاٹنے کی کھلی چھٹی دے دی۔

جسٹس دین محمد مرحوم جو باؤنڈری کمیشن کے مسلمان ممبر تھے۔ ایک حساس اور مسلمان دل رکھتے تھے، ان تمام حرکتوں کے بعد مرحوم نے انکشاف کیا کہ پنجاب کی حد بندی لائن بالا بالا طے ہو چکی ہے اور حد بندی کمیشن کی کارروائی محض ایک ڈھونگ ہے۔ ظفر اللہ کی شرارت سے وہ اور بھی زیادہ بددل ہو گئے

تھے۔ جسٹس دین محمد مرحوم نے سوچا کہ اس کا علاج صرف ایک ہے کہ کمیشن کے مسلمان جج مستعفی ہو جائیں تاکہ ریڈکلف اپنا جانب دار فیصلہ ہندو کے حق میں صادر نہ کر سکے۔ لیکن بدقسمتی سے ان کو ایسا کرنے سے روک دیا گیا اور یہ آخری موقع بھی ہمارے ہاتھ سے نکل گیا جس کے نتیجہ میں کشمیر اور پانی کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے ہماری آئندہ نسلوں کے لئے ایک عذاب کی صورت اختیار کر گیا۔

ظفر اللہ قادیانی کے سفید جھوٹ:

حیرت ہے کہ ایک شخص جو بین الاقوامی عدالت کا جج رہ چکا ہو اور وہ سفید جھوٹ بولے اور پھر بڑی بے حیائی سے یہ سفید جھوٹ اپنی آپ بیتی میں تحریر کرے تمام دنیا کو بے وقوف بنانے کی کوشش کرے۔ قارئین کو تحصیل یونٹ بنانے کا نقشہ تو معلوم ہو ہی گیا ہوگا کہ قادیانیوں نے کس طرح سازش کر کے ہمارے جان سے زیادہ عزیز ملک پاکستان کو نقصان پہنچایا۔ اب ظفر اللہ خان قادیانی کی مکر و فریب سے بھری ہوئی تحصیل والے موقف کی تائید میں لغو اور جھوٹی تاویلات بھی ملاحظہ فرمائیے۔ مثال مشہور ہے کہ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے جھوٹے کو دس اور جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ قادیانی سازش چھپانے کے لئے ظفر اللہ اپنی آپ بیتی "تحدیث نعمت" میں صفحہ ۵۰۴ پر رقم طراز ہے:

"عارضی انتظامی تقسیم میں راولپنڈی، ملتان اور لاہور ڈویژن کے جملہ اضلاع ماسوائے کانگڑہ مغربی پنجاب میں شامل کئے گئے تھے۔ اگر ہماری طرف سے ضلع کو یونٹ قرار دیے جانے کا مطالبہ کیا جاتا تو اضلاع میں سے امرتسر کو ترک کرنا پڑتا۔ اس خدشہ کا اظہار بھی کیا گیا کہ اگر ہم نے ضلع کو یونٹ قرار دینے کا مطالبہ کیا تو اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جائے گا کہ ہم انتظامی تقسیم میں جو علاقہ مغربی پنجاب میں شامل کیا گیا ہے اس سے بھی کم علاقہ لینے پر رضامند ہیں۔"

اول سب سے بڑا جھوٹ تو یہ ہے کہ ضلع کانگڑہ جس کو ظفر اللہ لاہور ڈویژن میں شمار کر رہا ہے ہمیشہ سے جالندھر ڈویژن میں شامل تھا۔ جو پوری کی پوری ہندوستان کو ملی تھی۔ اس کو صحیح بات یہ لکھنی چاہیئے تھی کہ عارضی تقسیم میں راولپنڈی، ملتان اور لاہور ڈویژن کے جملہ اضلاع ماسوائے امرتسر مغربی پنجاب میں شامل کئے گئے تھے۔ اس کے ثبوت میں آزادیٔ ہند ایکٹ ۱۹۴۷ء دیکھا جا سکتا ہے جو اکثر

کتب خانوں میں موجود ہے، اور اس کے جدول میں تمام عارضی انتظامی تقسیم کے اضلاع کی فہرست درج ہے۔

دوسرا جھوٹ ظفر اللہ نے یہ بولا ہے کہ ضلع امرتسر ۳ جون کے اعلان میں پاکستان میں شامل تھا جو کہ اس کی مندرجہ بالا تحریر سے ظاہر ہوتا ہے۔ حالانکہ اسی ایکٹ میں دیکھا جا سکتا ہے کہ ضلع امرتسر جو ایک غیر مسلم اکثریتی علاقہ تھا، ہندوستان میں شامل کیا گیا تھا۔

تیسرا جھوٹ ظفر اللہ نے یہ بولا ہے کہ اگر ہم نے ضلع کو یونٹ قرار دیئے جانے کا مطالبہ کیا تو اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جائے گا کہ ہم انتظامی تقسیم میں جو علاقہ مغربی پنجاب میں شامل کیا گیا ہے اس سے بھی کم علاقہ لینے پر رضامند ہیں۔ حالانکہ آزادی ہند ایکٹ میں صرف وہی اضلاع مغربی پاکستان میں شامل کئے گئے تھے جہاں مسلم اکثریت تھی اور کوئی ضلع بھی ایسا نہیں دیا گیا تھا۔ جہاں پر غیر مسلم آبادی کی اکثریت ہو۔ لہذا یہ منطق فریب کاری پر مبنی ہے۔ تحدیث نعمت میں ان جھوٹی عیارانہ تاویلات کے بعد تحصیل کو یونٹ قرار دیئے جانے کی تائید میں احمقانہ اور عیارانہ قسم کے دلائل پیش کئے ہیں۔ اور کمشنری اور دوآبے کی معقول تجویز کو رد کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے پاکستان کو ایک طاقتور ملک بننے اور بہت بڑا فائدہ پہنچنے کا احتمال تھا۔ جس سے آخر کار نفع مسلمانوں کو ہی پہنچتا۔ جس کو مرزا کی اُمت کیسے برداشت کر سکتی تھی۔

پاکستان کے سابق وزیر اعظم ملک فیروز خان نون اپنی آپ بیتی FROM MEMORY کے صلا پر لکھتے ہیں کہ مسٹر جناح پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور آئندہ بہت کچھ لکھا جائے گا لیکن بدقسمتی سے جو اشخاص مسٹر جناح کے قریب تھے اور تقسیم ہند کی اندرونی پوشیدہ کہانی جانتے تھے انہوں نے کچھ بھی تحریر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ میں نے چودھری محمد علی سے بھی کہا لیکن انہوں نے بھی کچھ تحریر نہیں کیا۔

قارئین کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اگر تقسیم ہند کی حقیقی اندرونی پوشیدہ کہانی لکھ دی جائے تو آج ہماری قوم کے بڑے بڑے تبانِ عجم جن کے ہم پجاری ہیں ٹوٹ ٹوٹ کر اور پاش پاش ہو کر گر جائیں۔

بشکریہ، ماہنامہ الحق۔ اپریل۔ مئی ۱۹۷۶ء۔ جلد ۱۱، شمارہ ۶-۷، ربیع الثانی/جمادی الاول ۱۳۹۶ھ